© rasailojaraid.com

پابس عرف۔ ہر چہ نفس امارہ او را می فرماید، بلا تکلف آں را بجا می آرد۔ مخالفت و موافقت شرع پروا ندارد، بلکہ ہمیں استیفائے لذاتِ نفسانیہ را ثمرۂ سلطنت خود می شمارد۔ ہمیں را سلطنت جابرہ می گویم"۔

ب۔ "قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا الامر بدء نبوۃً ورحمۃً ثم یکون خلافۃً ثم ملکاً عضوضاً ثم ملکاً جبریۃً وعتواً وفساداً فی الارض یستحلون الحریرَ والفروجَ والخمورَ یرزقون علی ذٰلک وینصرون حتی یلقوا اللہ۔ و ایں سلطنتِ فسق و ظلم در حق امتِ ملت بلائے ست بس عظیم"۔

ج۔ "حتیٰ کہ ضعفاء و غرباء مسلمین تسلط کفار بد نا بکار را از تسلط ایں جابرہ بہ ہزار درجہ بہتر می شمارند و آں را باعث اطمینانِ خلق اللہ می انگارند"۔

د۔ "پس قیام سلطنتِ ظالمہ مثل انتشارِ مذاہب باطلہ است کہ قوانین ملت را برہم می زند و آئین سنت را گم می کند"۔

س۔ "و ہیچ اسمے از اسماءِ خالق اکبر نیست کہ ایں جاہل ابتر ذاتِ خود را بآں لقب نہ نہادہ و ہیچ منصبے از منصب انبیاء و مرسلین نیست کہ ایں عدوئے دین ادعائے آں نہ نمودہ"۔

ص۔ "قسم ثانی آنکہ سلطانِ جابر در دل ایں قدر خوفِ الٰہی نمی دارد کہ افعالِ شرعیہ را باخلاص نیت بجا آرد بلکہ آنرا ہم بطریق رسم و عادت و نیز برحصول نیک نامی درمیانِ اہلِ زمان و اظہارِ مسابقت بر اقران بعمل می آرد و آں را نیز از لوازم جاہ و جلالِ خود می شمارد"۔

ض۔ "نکتہ ثالثہ۔ سلطان بلاریب محتاج امر بالمعروف است و اظہارِ حق بحضور او افضل عبادات۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، افضل الجہاد کلمۃ الحق عند سلطان جائر۔ اما امر بالمعروف او را بوجہے باید کرد کہ بحدِ مخالفت و منازعت نکشد و بہ مرحد بغی و خروج نرسد، کہ خروج بر امام جابر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شرعاً جائز نیست۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "الا من ولی علیہ، وال فرآہ یاتی شیئا من معصیۃ اللہ فلیکرہ ما یاتی من معصیۃ اللہ ولا ینزعن عن طاعۃ"

کیا یہ حکم صحیح ہے؟ یزید کی حکومت کے خلاف حضرت حسین و حضرت عبداللہ بن زبیر نے جو کوشش فرمائیں، کیا وہ ناجائز تھیں؟ کیا حضرت حسین اس چیز میں مخطی تھے؟ جیسا کہ امام ابن تیمیہ نے اپنے ایک رسالہ میں، جس کا ترجمہ "حسین و یزید" کے نام سے چھپا ہے، فرمایا ہے۔[1] اگر سلطنت جابرہ کے خلاف کوشش کرنا ضروری ہے تو دیگر صحابہ نے حضرت حسین کا کیوں ساتھ نہ دیا؟ بلکہ ان میں سے بعض تو اموی خلافت تک حیات رہے، انھوں نے کیوں کوئی جدوجہد نہ فرمائی؟

اور سلطنت ضالہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:۔

ا۔ "در ہر امرے از امور ریاست و سیاست حکمے مخالف شرع متین ثابت بگردد و در ہر معاملہ از معاملات بنی آدم اصلے مقابل دین قائم می شود۔ پس ملتے مقابل ملت مصطفوی برپا می شود و سنتے مقابل سنت نبوی......"

ب۔ بالجملہ ایں سیاست سلطانی، مذہبے است، غیر مذہب اسلام و ملتے است غیر ملت سید الانام مشابہ بسائر مذاہب باطلہ مثل ہنود و مجوس، نہ مثل شیعہ و خوارج"۔[2]

ج۔ "ہر چند امثال ایں سلاطین فی الحقیقت از قبیل اشرار کفار اند و از جنس اہل نار۔ فاما از بس کہ بزبان خود دعوی اسلام می کنند، پس کفر ایشان مستور است و ایمان ایشان ظاہر۔ و شاہد تصدیق میں دعوائے ظاہری از رسوم اسلام مثل عقد نکاح و ختان و اظہار تجمل بروز عید الفطر و عید الاضحی

---

[1] خطار کی وجہ غالباً تفریق و تمزیقِ امت بیان فرمائی ہے۔

[2] اسلام میں ملوکیت کی گنجائش ڈھونڈنے والوں کو یہ حوالے ضرور غور سے دیکھنے چاہئیں۔ کہیں مولانا اسماعیل شہید بھی "یورپ زدہ" تو نہیں تھے؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وتجہیز و تکفین و نماز جنازہ و دفن در مقابر مسلمین، درمیانِ خود جاری دارند۔"

د - "بالجملہ چوں سلطنتِ جابرہ بحد سلطنتِ ضالہ رسد، از سرحدِ فسق و ظلم در اقسام بدعتِ ضلالت داخل گردید۔ پس حکم سلاطین مضلین حکم سائر فرقِ باطلہ مبتدعین است۔ اختلافیکہ در تکفیر و عدم تکفیر مبتدعین واقع است، ہموں اختلاف در تکفیر و عدم تکفیر سلاطین مضلین متحقق"۔

س - "نکتۂ اول ...... و ریاستِ او بہ نسبت دین سیئے است۔ قائل در امامت او بحکم کتاب و سنت وجہے است باطل۔ اما از آں جا کہ راہ معاملہ اسلام با او مشکوک است، تکفیر او مشکوک۔ بناءً علیہ اظہار بغی بر سے و خروج از طاعتِ او نیز از مسائل اختلافیہ است ...... و چوں بغی و خروج بر سلاطین مضلین احتیاطاً ممنوع است، سلطنتِ ایشاں از اقسام امامت معدود است"۔

س - "نکتۂ ثانیہ ...... مگر آں کہ قیام خلافتِ راشدہ یا سلطنتِ عادلہ بر تعدیہ برہم زدن ریاستِ او متیقن باشد پس دریں صورت برافراختن اعلام قتل و قتال و برانداختن آں مبتدع ضال در حق ملت و اہل ملت منفعتے خواہد بخشید۔ و اما بعوام و خواص بے شک مضرتے خواہد رسید"۔

کیا یہ شرط صحیح ہے؟ اور کیا اس شرط کے پائے جانے پر بھی معاملہ صرف منفعت تک رہتا ہے، وجوب ثابت نہیں ہوتا؟ حالانکہ سلطنتِ کفر کے متعلق مولانا فرماتے ہیں:-

ا - "تنبیہ رابع در بیانِ سلطنتِ کفر۔ باید دانست کہ مراد از سلطنتِ کفر دریں مقام حکومتِ کفار اصلی نیست بلکہ مقصود ازاں سلطنت قومے است کہ جاں خود را در زمرۂ مسلمین می شمارند و موجبات کفر صریح بعمل می آرند۔ جہاد بر ایشاں از ارکانِ اسلام است و اعانتِ ایشاں اعانتِ بیدالانام۔ پس ایں قسم سلاطین بلا شک از جنس کفار متمردین اند و زنادقہ مرتدین۔ مجاس واہ عبادۃ بن الصامت انہ قال بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ان لا ننازع

© rasailojaraid.com

الا ان تروا کفرا بواحا عندکم من اللہ فیہ برہان "

ب۔ " و قیام سلطنت ارتداد مشابہ غلبۂ کفار است، اگر بعد مرۂ مسلمین فرض عین می شود کہ بر و جہاد قائم بگردانند و این خورش و فساد را بشمشیر بنشانند، و اگر نتوانند از آں اقلیم ہجرت نمایند و بدار الاسلام فرود آیند۔

یہاں مذکورہ بالا غرض سے جہاد کو کیوں مکروہ نہیں کیا؟ پھر لطف یہ کہ مولانا، خاتمہ تنبیہ ثانی و نکتۂ ثانیہ میں متعارض ظواہر احادیث نقل فرما کر ارشاد فرماتے ہیں:۔

" و تحقیق کلام دریں مقام آنست کہ ترک معاونت سلطان جابر و خلع بیعت او و اظہار خروج برو، یا بنا بر سرزنش جرم اوست و معاونہ ظلم او و تسکین لہب غضب کہ بسبب تعدی او افروختہ و تسلی قلب کہ بنا بر جور او سوخت، یا بنا بر حفظ ملت و نظم امت است کہ بسبب ترویج فواحش و تبدیل احکام ملت فتنہ و فساد راہ یافتہ و بسبب ظہور ظلم و تعدی نظم امت بہ باد رفتہ۔ پس اول بغاوت مردود است و از قبیل معاصی، و ثانی نہایت محمود است، از افضل عبادات و طاعات۔"

پھر کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

" پس باید دانست کہ مقصود از نصب امام حفظ احکام ملت است و نظم اجتماع امت۔"

کیا یہ پورا متعصب ہے؟ اس پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالیے تو ایک مفید چیز ثابت ہوگی۔

مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی جن عبارات کو آپ نے نقل کیا ہے اور ان کے متعلق جو سوالات کیے ہیں، اُن کے بارے میں میری تحقیق یہ ہے کہ جہاں تک کفار کی حکومت کا تعلق ہے اس کا معاملہ تو صاف ہے، یعنی اس حکومت کو اسلام کی حکومت سے بدلنے کی جدوجہد تمام جائز طریقوں سے کی جانی چاہیے۔ البتہ مسلمانوں کی بگڑی ہوئی حکومت کے معاملہ میں احتیاط ضروری ہے تاکہ ایک خرابی کو مٹانے کی کوشش میں کوئی اس سے بڑی خرابی رونما نہ ہو جائے۔ یہ امر کہ نصیحت اور تبلیغ و تلقین کے ذریعے سے اصلاح کی کوشش کی جائے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

البتہ یہ امر کہ بگڑے ہوئے نظام کو بزور درست کرنے کی کوشش کی جائے، اس میں اختلاف رونما ہوا ہے۔ میں جہاں تک سمجھ سکا ہوں، جو شخص یہ محسوس کرے کہ وہ اس بگڑے ہوئے نظام کو بدل دینے کے لیے کافی قوت رکھتا ہے اور جس کی نیت اپنے لیے حکومت حاصل کرنا نہ ہو بلکہ شریعت الٰہی کی حکومت قائم کرنا ہو، اس کے لیے اٹھنا اور جدوجہد کرنا فرض ہے، نہ کرے گا تو گنہ گار رہے گا۔ اور جسے یہ اندیشہ ہو کہ وہ اصلاح حال کی قدرت نہیں رکھتا اور ظالم حکومت کے مقابلہ میں خروج کا نتیجہ بجز فساد کے اور کچھ نہ ہوگا، اس کے لیے خروج کرنا جائز نہیں ہے اور اس کو چاہیے کہ یا تو وہ پرامن طریقوں سے اصلاح کی کوشش کرے یا گوشہ نشین ہو جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ہدایات اس سلسلہ میں ملتی ہیں، وہ میرے اخذ کردہ دونوں نتیجوں کی تائید میں ہیں۔ ایک طرف حضور یہ فرماتے ہیں:

ما من نبی بعثہ اللہ فی امتہ قبلی الا کان من امتہ حواریون واصحاب یاخذون بسنتہ ویقتدون بامرہ۔ ثم انھا تخلف من بعدھم خلوف یقولون ما لا یفعلون ویفعلون ما لا یؤمرون۔ فمن جاھدھم بیدہ فھو مومن۔ ومن جاھدھم بلسانہ فھو مومن۔ ومن جاھدھم بقلبہ فھو مومن ولیس وراء ذلک من الایمان حبۃ خردل۔

مجھ سے پہلے جو انبیاء اپنی اپنی امتوں میں آتے رہے ہیں ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا ہے کہ ابتداءً ان کی امتوں میں ایسے حواری اور اصحاب ہوتے تھے جو ان کی سنت پر چلتے اور ان کے احکام کی پیروی کرتے تھے۔ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہونے لگے جو وہ باتیں بناتے تھے جن پر ان کا عمل نہ تھا اور وہ حرکتیں کرتے تھے جن کا انھیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔ تو ایسے لوگوں کے خلاف جو ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے، اور جو ان کے خلاف زبان سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو ان کے خلاف دل سے جہاد کرے (یعنی دل میں ان سے نفرت رکھے اور ان کے زوال کا آرزومند ہو) وہ بھی مومن ہے اور جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں ایک رائی کے دانہ برابر بھی ایمان نہیں ہے۔"

دوسری طرف فرماتے ہیں:-

یکون بعدی ائمۃ لا یھتدون

میرے بعد ایسے امام ہوں گے جو نہ میری ہدایت پر چلیں گے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھدای ولا یستنون بسنتی وسیقوم فیھم رجال قلوبھم قلوب الشیاطین فی جثمان انس. قال حذیفۃ قلت "کیف اصنع یا رسول اللہ ان ادرکت ذلک؟" قال تسمع وتطیع الامیر وان ضرب ظھرک واخذ مالک، فاسمع واطع"۔

نہ میری سنت کی پیروی کریں گے۔ اور ان میں ایسے لوگ بھی اٹھیں گے جن کے دل انسانی قالب میں شیطانوں کے سے دل ہوں گے۔ حضرت حذیفہ نے پوچھا اگر میں وہ زمانہ پاؤں تو کیا کروں؟ فرمایا امیر کی سنو اور اطاعت کرو۔ اگرچہ تمھاری پیٹھ پر کوڑے برسائے جائیں اور تمھارا مال چھین لیا جائے تب بھی سنو اور اطاعت کرو"۔

اور تیسری طرف یوں فرمایا:

یوشک ان یکون خیر مال مسلم غنم یتبع بھا شعف الجبال ومواقع القطر یفر بدینہ من الفتن۔

ایک وقت آئے گا کہ مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لیے پہاڑوں اور جنگلوں میں پھرتا رہے گا۔

ان تینوں قسم کی احادیث سے (جن کے مضمون میں متعدد اور احادیث ملیں گی) اگر وہ نتیجہ نکالا جائے جو میں نے بیان کیا ہے، تو پھر یہ باہم متعارض حدیثیں ہیں۔ ان کا تعارض اگر رفع ہو سکتا ہے، تو وہ صرف اس تاویل سے کہ تین مختلف ہدایات دے کر مسلمانوں کو چھوڑ دیا گیا ہے کہ ان میں سے ہر صاحب عقل و بصیرت آدمی اپنے لیے خود راہ عمل تجویز کر سکے۔ امام حسینؓ اور ان کی طرح متعدد حضرات نے پہلی حدیث پر عمل کیا، کیونکہ انھوں نے یہ محسوس کیا کہ وہ ان حالات کو بدلنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ تجربے سے ان کا اندازہ غلط نکلا۔ بعض دوسرے بزرگوں نے دوسری حدیث پر عمل کیا اور وہ پُرامن طریقوں سے اصلاح حال کی کوشش کرتے رہے اور مصائب جھیلتے رہے۔ بعض بزرگوں نے تیسری حدیث پر عمل کیا اور وہ اپنے دین کو اپنی ذات کی حد تک بچانے کے لیے گوشہ گیر ہو گئے۔

© rasailojaraid.com